قرآن اور دیگر آسمانی کتابوں کی طرز زندگی کا تقابلی جائزہ

محمد یوسف رضا

خلاصہ:

دوسری کتب کے ساتھ تقابل کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان کو غلط ثابت کیا جائے بلکہ قرآن ایک جاویدانی معجزہ ہے جو باقی تمام ادیان کی تنسیخ کرتا ہے اور برحق ہے لہٰذا ایسے تقابل کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ حق سب کے لیے واضح ہے۔ لہٰذا مقصد صرف آگاہی اور آشنائی ہے کیونکہ یہ بات تو مسلم اور معلوم ہو چکی ہے کہ قرآن کے علاوہ دوسری تمام کتابوں میں تحریف ہو گئی ہے لہٰذا یہاں مقصد دوسری کتب سے روشناس کروانا ہے کہ ان کی زندگی کے مقاصد کیا تھے۔ دوسری کتابیں چہ جائے کہ تحریف ہو گئیں ہوں مگر ان میں کچھ کلمات رہ گئے ہیں جو تحریف سے محفوظ ہیں۔ اگر ان کو پڑھا جائے تو وہ واقعاً کلام الٰہی محسوس ہوتے ہیں۔ بنابراین مرکزی نکتہ یہی ہے کہ اس مقالہ کو لکھنے کا مقصد ہم دوسری آسمانی کتب کی طرف رجوع کریں تاکہ ہمیں ان کے اسلوب، اور طرز بیان اور تحریفات کا علم ہو سکے تاکہ ہم شبہات کا باآسانی جواب دے سکیں اور علم کی راہیں دوسروں کے لیے ہموار کر سکیں۔

کلیدی الفاظ: ادیان، قرآن کریم، معجزے، بائبل

مقدمہ

پروردگار کے نام سے ابتداء کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔ خداوند متعال ہمارا ہادی و رہبر ہے ہمارا پالنے والا ہے اس نے اپنی مخلوق کی ہدایت کے لیے اپنے برگزیدہ بندوں کو بھیجا تاکہ انسان خداوند متعال کی معرفت حاصل کر سکے اور ہدایت پائے۔ اس مقالہ میں تقابل کے عنوان سے آگاہی دی گئی ہے دوسرے ادیان کا مطالعہ کرنے کے حوالے سے۔

بہر حال یہ مضمون بہت وسیع ہے لہٰذا چند مختص نکات کے ذریعہ مقصد پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔

دوسری کتابیں چہ جائے کہ تحریف ہو گئیں ہوں مگر ان میں کچھ کلمات رہ گئے ہیں جو تحریف سے محفوظ ہیں۔ اگر ان کو پڑھا جائے تو وہ واقعاً کلام الٰہی محسوس ہوتے ہیں۔ بنا بر این مرکزی نکتہ یہی ہے کہ اس مقالہ کو لکھنے کا مقصد ہم دوسری آسمانی کتب کی طرف رجوع کریں تا کہ ہمیں ان کے اسلوب، اور طرز بیان اور تحریفات کا علم ہوسکے تا کہ ہم شبہات کا باآسانی جواب دے سکیں اور علم کی راہیں دوسروں کے لیے ہموار کر سکیں۔

قرآن کا لغوی معنی

> كلام الله المنزل على نبيه محمدﷺ المعجز بلفظه المتعبد بتلاوته المكتوب فى المصاحف المنقول بالتواتر[1] ترجمہ: وہ کلام جو رسول ﷺ پر نازل کیا گیا، مصحفوں میں لکھا ہوا ہے، اور ہم تک تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا۔

لفظ قرآن کی اصل کیا ہے؟ اس سلسلے میں لغت نویسوں کے یہاں کافی اختلاف ہے، یہ اختلاف دو طرح کا ہے۔

گروہ اول

ایک خیال یہ ہے کہ لفظ قرآن اللہ کی کتاب کا نام ہے اور یہ کسی اصل سے مشتق نہیں ہے یعنی اپنے آپ میں یہ مستقل لفظ ہے کسی لفظ سے نکلا اور بنا نہیں ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس طرح توراۃ اور انجیل کا لفظ اللہ تعالیٰ کی کتابوں کے لئے بطور علم استعمال ہوا ہے اور اس کی کوئی اصل نہیں ہے اسی طرح قرآن بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب کے لئے بطور علم استعمال ہوا ہے اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے[2]۔

[1] قرآن کا انسائیکلو پیڈیا، کتاب تعریفات مصنف مولانا جرجانی۔

[2] ۔ الاتقان فی علوم القرآن: للسیوطی: ۲،۳۳۹

گروہ دوم

دوسرا خیال ہے کہ لفظ قرآن مشتق ہے لیکن جو لوگ قرآن کو مشتق مانتے ہیں ان میں بھی اختلاف ہے کہ اگر مشتق ہے تو کس اصل سے مشتق ہے؟ اس باب میں چار مختلف نظریات ہیں۔

- قرآن فعل "قَرَأَ" کا مصدر ہے، جیسے "رُجْحَان" فعل "رَجَحَ" کا اور "غُفْرَان" فعل "غَفَرَ" کا اس نظریہ کے قائل لحیانی اور دیگر علماء ہیں۔ ایک جماعت جس میں اشعری بھی ہیں کا کہنا ہے قرآن "قَرَنْتُ الھشيءَ بالشيءِ" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے دو چیزوں کو آپس میں ملانا۔
- فرّا نحوی کا خیال ہے کہ قرآن "قَرَائِن" سے مشتق ہے۔ وہ اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ قرآنی آیات بعض بعض کی تصدیق کرتی ہیں، اور بعض بعض کے مشابہ ہیں اور اسی کو قرائن کہا جاتا ہے۔[1] دوسرے اور تیسرے قول کے اعتبار سے قرآن کا اصل "قَرَنَ" ہوگا اور اس کا نون اصلی ہوگا۔
- زجاج نحوی رحمہ اللہ (وفات ۳۱۱ھ) اور دیگر علمائے لغت کا خیال ہے کہ قرآن "فُعْلاَن" کے وزن پر صفت کا صیغہ ہے جو "القرء" سے مشتق ہے کہا جاتا ہے "قَرَأْتُ الماءَ في الحوضِ" میں نے حوض میں پانی بھر دیا۔
- ابو عبیدہ بصری رحمہ اللہ (وفات ۲۰۹ھ) راغب اصفہانی رحمہ اللہ (وفات ۵۰۲ھ) وغیرہ بھی اسی بات کی طرف گئے ہیں اور اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ قرآن بعض سورتوں کو بعض سورتوں میں جمع کر دیتا ہے۔ راغب اصفہانی آگے کہتے ہیں کہ قرآن کو قرآن اس لئے کہا جاتا کہ وہ پچھلی نازل شدہ کتابوں کے فوائد جمع کئے ہوئے ہے۔[2]
- حافظ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ (وفات ۹۱۱ھ) یہ سارے اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں اس مسئلہ میں سب سے اچھی بات امام شافعی رحمہ اللہ (وفات ۲۰۴ھ) کی ہے۔ قرآن علم ہے مشتق نہیں ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کی کتاب کے لئے استعمال ہوتا ہے وہ مہموز نہیں۔ راقم کو بھی جو بات صحیح لگتی ہے وہ یہی کہ قرآن علم ہے مشتق نہیں۔[3]

---

[1] ۔ الإتقان فی علوم القرآن: للسیوطی: ۲؍۳۳۹۔۳۴۰

[2] مفردات راغب

[3] الإتقان فی علوم القرآن: للسیوطی: ۲؍۳۳۹

- صاحب **معجم الصحاح** نے قرآن کی تعریف حضرت ابو عبیدہ سے یوں نقل کی ہے" القرآن لانه يجمع السور فيضمها وقوله التعالىٰ ان علينا سمعه وقرآنه"[1]
- **معجم المقاليس فى اللغۃ میں قرآن کی تعریف**"القرآن كانه سمى بذلك الجمعه مافيه من الاحكام والقصص وغير ذالک۔[2]
- **معجم الوسیط میں قرآن کی تعریف" محمد ﷺ پر نازل ہونے والا کلام جو کہ مصاحف میں مکتوب ہے قرآن کہلاتا ہے۔[3]**

قرآن کا اصطلاحی معنی

قرآن کے اصطلاحی معنیٰ میں علماء کے الفاظ مختلف ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں

- **ابو بکر باقلانی رحمہ اللہ** (وفات ۴۰۲ھ) کا کہنا ہے کہ قرآن اسے کہتے ہیں جس کی تلاوت کی جاتی ہے اور وہ مصحف میں محفوظ اور لکھا ہوا ہے۔[4]
- **فخر الدین رازی رحمہ اللہ** (وفات ۶۰۶ھ) لکھتے ہیں قرآن نام ہے ان تمام باتوں کا جو دو دفتیوں کے درمیان موجود ہے۔[5]
- **شوکانی رحمہ اللہ** (وفات ۱۲۵۰ھ) لکھتے ہیں وہ کلام جو رسول ﷺ پر نازل کیا گیا، مصحفوں میں لکھا ہوا ہے، اور ہم تک تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔[6] عبارت: ''الكلام المنزل على الرسول ، المكتوب في المصاحف ، المنقول إلينا نقلا متواترا۔
- **شیخ زرقانی رحمہ اللہ** (وفات ۱۳۶۷ھ) کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کی ابتداء سے سورۃ الناس کے آخر تک جو بھی لفظ نبی پر نازل ہوا قرآن ہے[7] عبارت: '' اللفظ المنزل على النبي ﷺ من أول سور ة الفاتحة إلى آخر سورة الناس۔ ''

1۔ معجم الصحاح

2۔ معجم المقاليس

3۔ معجم الوسيط

4 إعجاز القرآن: لأبي بكر الباقلانی، ص: ١٦. وعبارته: ''هو متلو محفوظ مرسوم فی المصاحف

5 التفسير الكبير: لفخر الدين الرازی: ۱؍۲۰۳

6 إرشاد الفحول إلى تحقيق الحق من علم الأصول: للشوكانی: ۱؍۱۶۹

7 مناہل العرفان فی علوم القرآن: للشيخ محمد عبد العزيز الزرقانی: ۱؍۲۰.

• **شیخ بکری امین کہتے ہیں**: اللہ کا کلام جو محمد ﷺ پر جبرئیل کے واسطے سے نازل کیا گیا، مصحفوں میں لکھا ہوا ہے اور سینوں میں محفوظ ہے،اور جو ہم تک تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، جس کی تلاوت عبادت ہے، سورہ فاتحہ سے شروع ہوتا ہے اور سورہ ناس پر ختم ہوتا ہے[1]۔ **عبارت**: '' كلام الله المنزل على خاتم الأنبياء والمرسلين ، بواسطة جبريل عليه السلام ، المكتوب بين المصاحف ، المحفوظ في الصدور ، المنقول إلينا بالتواتر ، المتعبد بتلاوته، المبدوء بسورة الفاتحة ، المختتم بسورة الناس۔

• **محمد حسین لکھتے ہیں**: اللہ کا وہ کلام جو کہ معجزہ ہے،اور محمد ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے، جس کی آیات محکم ہیں ،اور برائے عبادت وتلاوت ہر جگہ ہر زمانے میں زندگی کے تمام گوشوں میں ان آیات کے مطابق عمل کرنے کے لئے اللہ نے ان آیتوں کی تفصیل بیان کی ہے[2]۔ **عبارت**: ۔ كلام الله المعجز والموحى به إلى خاتم الأنبياء والمرسلين ، والذي أحكمت آياته ثم فصلت من لدن حكيم خبير للتعبد بتلاوتها والعمل بمقتضاها في جميع جوانب الحياة ،في كل زمان ومكان.

• **محمد صباغ لکھتے ہیں**: اللہ کا کلام جو کہ معجزہ ہے، محمد بن عبد اللہ ﷺ پر نازل شدہ وحی ہے جو مصحفوں میں لکھا ہوا ہے، ہم تک تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، جس کی تلاوت عبادت ہے[3]۔ **عبارت** : '' كلام الله المعجز ، وحيه المنزل على نبيه محمد بن عبد الله ﷺ، المكتوب في المصاحف ، المنقول عنه بالتواتر ، المتعبد بتلاوته.

• **جرجانی لکھتے ہیں**: جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا ہے،اور مصحفوں میں لکھا ہوا ہے، آپ سے ہم تک تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے وہ قرآن ہے[4]۔ **عبارت** : '' المنزل على الرسول الله ﷺ المكتوب في المصاحف ، المنقول عنه نقلا متواترا بل شبهة .

---

1 التعبیر الفنی فی القرآن، لبکری شیخ أمین ص ۱۲

2 نور من القرآن، محمد الحسین أبو سم ص: ۱۱

3 اللمحات فی علوم القرآن، محمد الصباغ ص: ٦

4 التعریفات للجرجانی ص: ۱۷۴،

● **محمد قلعجی لکھتے ہیں**: اللہ کا کلام جو معجزہ ہے، جسے اس کے رسول محمد ﷺ پر وحی کے ذریعہ نازل کیا گیا ہے اور ہم تک تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے[1]۔ عبارت: "کلام الله المعجز المنزل علی رسوله محمد صلى الله عليه وسلم بالوحي المنقول إلينا بالتواتر

مذکورہ تمام تعریفات کو اگر باریکی سے دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ کوئی بھی تعریف قرآن کی صفتوں پر کھری نہیں اتر رہی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ قرآن میں بیان کیا ہے۔ انہی تعریفوں کو سامنے رکھتے ہوئے ایک ایسی تعریف کی جا سکتی ہے جو جامع اور شامل ہو۔ اللہ کا وہ کلام جو کہ معجزہ ہے، اور محمد ﷺ کی طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ سارے مخلوق کو اس کے ذریعہ ڈرائیں، اور انہیں سارے جہاں کے رب کی توحید کی دعوت دیں، جو مصحف کی دو دفتیوں کے بیچ لکھا ہوا ہے اور وہ ہم تک تواتر کے ساتھ نقل کیا گیا ہے اس کی تلاوت عبادت ہے وہ آخری زمانے تک محفوظ رہے گا وہ دنیا اور آخرت دونوں جہاں کے بھلائیوں کو شامل ہے۔

کسی بھی چیز کی تعریف کا مفہوم دوسری دیگر چیزوں سے امتیاز ہے اور یہ کہ اسے صاف صاف پہچان لیا جائے تعریف کے جامع ہونے کا یہ مطلب قطعاً نہیں کہ وہ مقاصد، تقاضوں، اوصاف، خصوصیات سبھی کو بیان کرے اس لحاظ سے راجح تعریف یہ ہونی چاہئے "اللہ کا کلام جو محمد عربی ﷺ پر نازل ہوا" اس تعریف سے حدیث خارج ہو گئی کیونکہ "کلام" کا لفظ موجود ہے اور اللہ کے دوسرے کلام خارج ہوگئے کہ محمد ﷺ پر نازل کیا گیا کا جملہ موجود ہے۔ بقیہ باتیں قرآن کی پہچان میں خلل انداز ہیں مثلاً اگر کوئی شئے دو دفتیوں کے درمیان نہ ہو تو کیا اسے قرآن نہیں کہیں گے یعنی کوئی آیت کسی مضمون میں آئی ہے تو کیا وہ قرآن نہیں ہے؟ تاہم یہ تحریر اس گوشے کو محض ابھارنے کے لئے ہے باذوق قارئین اپنی تحقیق بھی ارسال کر سکتے ہیں اور ہمارے فاضل قلم کار بھی ان شاء اللہ اس کی وضاحت فرمائیں گے۔

قرآن کی خصوصیات

● قرآن کریم وہ مقدس کتاب ہے جو صاف لفظوں میں یہ دعوی کرتی ہے کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور خدا کا کلام ہوں۔

[1] معجم لغۃ الفقہاء، د قلعجی ص: ۳۵۹

• قرآن عظیم وہ معظم کتاب ہے جس کو ایسی ہستی نے پیش کیا جس کے وجود باوجود سے کسی کو انکار نہیں اور جو تمام عیوب سے پاک ہے۔

• قرآن مجید وہ مقدس کتاب ہے جس نے انتہا درجہ کے تاریک زمانہ میں نازل ہو کر دنیا میں ظاہری اور باطنی روشنی پھیلائی اور علم و عدل تہذیب و تمدن کا علم بلند کیا۔

• قرآن وہ عظیم کتاب ہے جس نے نہایت شدت کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں تمام معاصی کی تردید کی۔

• قرآن وہ پاک کتاب ہے جس نے صاف الفاظ میں تمام برائیوں کو بیان کیا۔

• قرآن وہ پاک کتاب ہے جو علوم شرائع کا سرچشمہ ہے۔

• قرآن مقدس وہ کتاب ہے جس کی مثل فصاحت و بلاغت میں کسی اعتبار سے کوئی نہیں بنا سکا۔

• قرآن وہ کتاب ہے جس نے ہر قسم کے مضامین کو تہذیب و متانت سے ادا کیا ہے۔

• قرآن پاک وہ کتاب ہے جو زمانہ نزول سے آج تک ہر طرح محفوظ ہے۔

• قرآن پاک وہ کتاب ہے کہ اسکے لکھنے والوں کی مسلسل سند قرآن کے زمانہ نزول سے آج تک موجود ہے۔

• قرآن ہی وہ کتاب ہے بار بار پڑھنے سے بھی جی نہیں اکتا بلکہ مزید چاشنی ملتی ہی جاتی ہے۔

• قرآن وہ کتاب ہے جس کے حاملوں کاتبوں اور قاریوں کی مسلسل تاریخ موجود ہے اور اسکی شرح و علوم متعلقہ کے حاملوں کی بھی صحیح سوانح حیات مسلسل موجود ہے جس کا علمائے مذاہب غیر کو بھی اعتراف ہے۔

• قرآن وہ کتاب ہے جس کی تلاوت ہمیشہ چوبیس گھنٹہ دنیا میں جاری ہے اور جاری رہے گی۔

• قرآن وہ کتاب ہے جس پر عمل چوبیس گھنٹہ دنیا میں ہمیشہ سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔

• قرآن وہ کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود رب کائنات نے لیا ہے۔

• قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو تمام عالم میں شائع ہے لیکن ایک لفظ کا بھی اختلاف نہیں ہے۔

• قرآن وہ کتاب ہے جس نے پہلے پہل ملوکیت و ملوک پرستی کی تردید کی ہے۔

• قرآن وہ کتاب ہے جس کی تعلیم فطرت انسانی اور عقل سلیم کے موافق ہے۔

بائبل

کتاب مقدس یا بائبل یونانی (τὰ βιβλία) **انگریزی** (Bible) بمعنی کتب۔ مسیحیوں کی مقدس کتاب، جس میں عہد نامہ قدیم (عتیق) کی ۳۹ کتب، عہد نامہ جدید کی ۲۷ کتب اور کیتھولک مجموعہ میں **اپوکریفا** کی کتب بھی شامل ہیں۔

بائبل عبرانی زبان میں تھی۔ بعد ازاں یونانی، قبطی اور شامی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ انگریزی ترجمہ ۱۶۱۰ء میں بہ عہد جیمز اول شائع ہوا۔ اسے ۴۷ مسیحی علما نے چھ سال کے عرصے میں مکمل کیا تھا۔ جرمن ترجمہ مشہور جرمن مذہبی رہنما اور پروٹسٹنٹ فرقے کے بانی، مارٹن لوتھر نے کیا۔ بائبل کا اب تک ایک ہزار زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے اور یہ دنیا کی سب سے زیادہ چھپنے والی کتاب ہے۔[1]

آسمانی ادیان کا تعارف

- **اسلام**

شیعہ، سنی، بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث، حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی

- **عیسائیت**

"کیتھولک، آرتھوڈکس، پروٹسٹنٹ، ڈوسیٹس ۲۰۹، آریوسی ۲۱۰، آپولی نیرین ۲۱۲، نسطوری ۲۱۳، وحدت الفطری ۲۱۴، آئی کونولاسٹک ۲۱۵"

- **یہودیت**

"سامری یا شومیریم، فریسی یا پروشیم، صدوقی، اسنی، قاری یا قرائیم، دونمہ"[2]

قرآنی طرز زندگی

قرآن مجید معارف کا سب سے بڑا خزانہ، افضل ترین کلام اور معاشرہ کی کج رویوں اور انحرافات کی اصلاح میں عمیق ترین بیان ہے۔ کمال اور جامعیت قرآن کریم اس کی ایسی منحصر بہ فرد خصوصیت ہے جو جوامع بشری کی تمام ضرورتوں اور نیاز مندیوں لے لئے جواب گو ہونے کی مکمل قدرت و صلاحیت رکھتی ہے اور دنیا و آخرت کی سعادت و خوش بختی اپنے دامن میں لئے

[1] وکی پیڈیا

[2] ۔ ادیان عالم کا تعارف، ۲، مترجم: سید اظہر حسین زیدی

ہوئے ہے۔ در حقیقت تاریخِ بشر کے تمام اعصار و ادوار میں دین مبین اسلام کی وسعت و جامعیت قرآن کریم سے ماخوذ ہے ۔

معاشرے کے مختلف فردی، اجتماعی، اور معاشرتی موضوعات سے لے کر فرد اور معاشرہ کی متقابل تاثیرات، اجتماعی دگرگونیوں، آئیڈئل معاشرہ، اجتماعی گروپ بندیوں، اجتماعی اہمیتوں، معاشروں کی قوانین مندیوں، معاشرے کی شکوفائی میں مؤثر عوامل، اجتماعی طبقات، فردی اور اجتماعی ضرورتوں، الٰہی جہان بینی کے اعتبار سے مسلم معاشرہ کا مستقبل، اجتماعی تہذیب کی سلامتی، عمومی لغزشوں، معاشروں کی مدیریت کی نئی تدابیر، جوامع انسانی کے بنیادی تفاوت اور اشترکات، معاشرے کے انحرافات کی شناخت کا قرآن بہترین جواب دیتا ہے۔اس بنا پر تمام موارد خصوصاً اجتماعی انحرافات کے علاج میں اصیل ترین، بہترین اور کامل ترین نظریات قرآن سے اخذ کئے جاسکتے ہیں۔

قرآنی آیات و روایات سے دینی معاشرہ قائم کرنے کے بارے میں دین کی تعلیمات اور اصولوں کا استنباط کیا جاسکتا ہے۔کچھ اصول حسب ذیل ہیں۔

۱. خدا کا تصور
۲. فردی اور اجتماعی زندگی میں عدل وانصاف کا قیام (سورہ مائدہ ۵)
۳. اتحاد و محبت و مھربانی سے اختلافات حل کرنا (انفال ۱۶)
۴. کارِ خیر میں تعاون اور گناہ و تعدی میں عدم تعاون (مائدہ ۲)
۵. ۔احسان و خیرات ،انفاق و غربت سے مقابلہ ،معاملات مین صداقت و نیکی۔
۶. اجتماعی نگرانی یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر (اعراف ۱۹۹)
۷. ہر طرح کی اخلاقی ،مالی ،انتظامی ،اور سیاسی بدعنوانیوں سے پرھیز۔
۸. انتظامی امور کی تنظیم

آیئے ان اصولوں پر اختصار سے نظر ڈالتے ہیں :۔

خدا کا تصور

تمام مسلمان خدا کو واحد مانتے ہیں اور اولوہیت کے قائل نہیں ہیں وہ خدا کو کسی کے ساتھ شریک نہیں ٹھہراتے ہیں اور نہ ہی کسی کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں ۔ یہی ان کے دین کی اصل بنیاد ہے اور یہی دین حق ہے۔

عدل وانصاف

خدانے عدل وانصاف کا حکم دیا ہے

"إِنَّ اللّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الإِحْسانِ وَ إِيتاءِ ذِى الْقُرْبى وَ يَنْهى عَنِ الْفَحْشاءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ "[1] اورانبیاء کی بعثت کا بنیادی ہدف بھی یہی ہے۔ سورہ حدید میں ارشاد ہوتا ہے "ہم نے اپنے رسولوں کو روشن دلیلوں اور کتاب و میزان کے ساتھ بھیجا تاکہ لوگ انصاف قائم کر سکیں۔

درحقیقت **قرآن** کریم کی نگاہ میں مومن اور ایمانی معاشرے کی پہچان ہی عدل وانصاف ہے نہ ظلم برداشت کرتا ہے اور نہ ظلم کرتا ہے۔قرآن کا کہنا ہے "لاتظلمون ولاتظلمون "[2]

سورہ مائدہ کی آٹھویں آیت میں ارشاد ہورہا ہے کہ "یاایھاالذین آمنوا کونوا قوامین لله شهداءبالقسط ولايجرمنكم شنآن قوم علي الاتعدلوا اعدلوا هواقرب للتقوي واتقواالله ان الله خبيربماتعملون۔[3]

اے ایمان والو خدا کے لیے قیام کرنے والے اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بنو اور خبردار کسی قوم کی عداوت تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کردے کہ انصاف کو ترک کردو انصاف کرو کہ یہی تقوی سے قریب تر ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کہ اللہ تمہارے اعمال سے خوب باخبر ہے۔

عدالت کے معنی ہر شئ اور شخص کو اس کے مقام پر رکھنا ہے (نہج البلاغہ حکمت ۴۳۷) اس کادائرہ نہایت وسیع ہے جس میں حکم و قضاوت رفتار وگفتار اور زندگی کا ہر شعبہ شامل ہے۔ (نساء ۵۸، انعام ۱۵۲، اسراء ۳۵، انعام ۱۴۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام مالی اور اقتصادی مسائل اور بیت المال کی تقسیم میں اس باریک بینی سے عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے تھے کہ سب کے لئے عام زندگی اور نسبی خوش حالی ممکن ہوسکے اور کسی خاص گروہ کے

---

[1]۔ سورہ نحل ۹۰

[2]۔ سورہ بقرہ، ۲۷۹

[3]۔ سورہ مائدہ، ۸

ہاتھوں دولت وثروت کے انبار نہ لگ جائیں اور **قرآن** کی اس آیت کا عملی مصداق سامنے آجائے کہ "سارا مال صرف مالداروں کے درمیان گھوم پھر کر نہ رہ جائے۔

"ما أَفاءَ اللّهُ عَلى رَسُولِهِ مِنْ أَهْلِ الْقُرى فَلِلّهِ وَ لِلرَّسُولِ وَ لِذِی الْقُرْبى وَ الْيَتامى وَ الْمَساكِينِ وَ ابْنِ السَّبِيلِ كَيْ لايَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الأَغْنِياءِ مِنْكُمْ وَ ما آتاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَ ما نَهاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَ اتَّقُوا اللّهَ إِنَّ اللّهَ شَدِيدُ الْعِقابِ "[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات پر مبنی معاشرے میں ہر انسان کا عادل اور منصف ہونا محض ایک خوبصورت ودلکش نعرہ نہیں ہے بلکہ ایک طویل مدت پروگرام ہے جو چار بنیادوں پر مشتمل ہے:[2]

۱. بینات

۲. کتاب

۳. میزان

۴. حدید

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کی رو سے بے بنیاد بہانوں کی بنا پر عدل وانصاف سے دستبردار نہیں ہوا جاسکتا۔ انس بن مالک کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ "من ولي عشرا فلم يعدل فيهم جاء يوم القيامة ويداه ورجلاه وراسه في ثقب فاس" کسی شخص کو اگر دس افراد کی سرپرستی سونپی گئی ہو اور وہ ان کے ساتھ عدل وانصاف نہ کرسکے تو قیامت کے دن اسے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پیروں میں بیڑیاں اور سر پر لوہے کا ایک خود پہنا کر جس میں لگام لگی ہوگی لایا جائے گا۔[3]

علامہ طباطبائی تفسیر میزان میں کہتے ہیں کہ اگر معاشرے مین حق کی پیروی اور عدل و انصاف کا نفاذ ہو جائے تو وہ معاشرہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو جاتا ہے اور مضمحل نہیں ہو سکتا نتیجے میں ایسے معاشرے میں خوش حالی پھیل جاتی ہے اور غربت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔[4]

---

[1]۔ سورہ حشر، ۷

[2]۔ سورہ حدید ۲۵

[3]۔ شیخ صدوق ۲۶۰

[4]۔ المیزان، ج۵، ص۱۰۹

اتحاد،اختلافات سے پرہیز اور آپسی محبت

اسباب کاازالہ ،اور پیار و محبت پھیلانا دینی معاشرہ قائم کرنے کے بنیادی لوازمات ہیں۔

رب العزت نے **قرآن** میں تمام مومنین کو برادر قرار دیا ہے (حجرات)اور انہیں امت واحدہ اور عظیم امت میں شامل کرتے ہوئے اپنا بندہ کہا ہے "ان هذه امتكم امة واحده"اور بے شک یہ تمہارادین ایک ہی دین اسلام ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں لھذا میری ہی عبادت کیا کرو۔[1]

خدانے اتحاد کو نعمت قرار دیے کر تمام انسانوں کو اتحاد کی دعوت دی ہے ارشاد ہوتا ہے:
"واعتصموا بحبل الله جميعا ولاتفرقوا -واذكرونعمت الله عليكم اذكنتم اعداءفالف بين قلوبكم فاصبحتم بنعمته اخوانا۔[2]اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو اور آپس میں تفرقہ نہ پیدا کرو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ تم لوگ آپس میں دشمن تھے اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی تو تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

حکم قرآنی ہے کہ گھریلو اختلافات اور مسائل حل کرکے گھرانے میں چین و سکون کاماحول بنائے رکھیں۔

سورہ حجرات میں حکم خداوندی ہے کہ "وان طائفتان من المومنين اقتتلو فاصحلوا بينهما"اگر مومنین کے دو گروہ لڑ بیٹھیں توان میں صلح کراو۔قران نے اس طرح کے صلح پسندانہ اقدامات کو بھائیوں کے درمیان اصلاحی اقدامات سے تعبیر کیا ہے ارشاد ہوتا ہے "انماالمومنون اخوه فاصلحوابين اخويكم "بے شک مومنین آپس میں بھائی بھائی ہیں لھذااپے بھائیوں کے درمیان صلح و صفائی رکھو[3]

خدا مسلمانوں کے درمیان تنازعے اور تصادم کو ہر گز دوست نہیں رکھتا کیونکہ اس سے مسلمان کمزور پڑ جاتے ہیں اور ان کی عظمت و عزت میں کمی آجاتی ہے بنابریں **قرآن** کی نظر میں اتحاد وانسجام ایک طرح کی طاقت ہے جس کا حصول ضروری ہے اور اس کے ذریعے دشمن کو ڈرانا

---

[1] ۔ سورہ انبیاء، ۹۲

[2] ۔ سورہ آل عمران ۱۰۳

[3] ۔ سورہ حجرات، ۱۰

چاہیے تاکہ وہ مسلمانوں کے خلاف کسی بھی طرح کا قدم اٹھانے کی جرات نہ کرسکے۔(انفال ۴۶،آل عمران ۱۵۲،انفال ۶۰)

صدر اسلام کی تاریخ شاھد ہے کہ مشیت الٰھی کے تحت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدامات کے سہارے دیرینہ اختلافات محو ہوگئے تھے اور ایسی دوستی کی فضا قائم ہوئی تھی کہ جس کی مثال آج تک نہیں ملتی ،اوس وخزرج کے بڑے قبیلے جو کبھی ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

اس کے علاوہ بزرگ صحابہ کی سیرت بھی ہمیں اتحاد کی طرف دعوت دیتی ہے۔

کیاحضرت علی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعی وجھد مسلسل کے بعد مسلمانوں کو متحد رکھنے میں پچیس سال تک انتھک کوشش نہیں کی ؟ اور کیا محض اتحاد امت کی خاطر اپنے مسلم حق ولایت سے چشم پوشی نہیں کی؟ لہٰذااس وقت ہم جبکہ امت اسلامی کو سب سے زیادہ ضرورت اتحاد کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت اور روایات کے برخلاف نسلی تعصب ، اندھی تقلید اور اپنے اسلاف کی غلط روشوں اور ان کی بعض غلطیوں پر قائم ہیں؟کیا ہماری یہ غلط روشیں ، حق اور سنت نبوی وعلوی پر مبنی اتحاد آفریں افکار و نظریات کی راہ میں مسلمانوں میں اتحاد واخوت پیدا کرنے کی منصوبہ سازی اور ان منصوبوں پر عمل درآمد کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتیں؟

کیا ہماری بدگمانیاں غلط فہمیاں ، خودسری اور اپنے مذہب کو حق ثابت کرنے کے لئے ایک دوسرے پر تہمت و بہتان لگانا کہ جس کا باعث بعض غیر ملکی عناصر ہیں ، کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اہل بیت اطہار علیہم السلام کی سیرت وسنت سے مطابقت رکھتا ہے؟کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں فرمایاکہ الااخبرکم باشرارکم قالوا: بلي يا رسول اللہ! قال:المشاؤن بانميمة المفرقون بين الاحبة الباغون للبراءالعيب :[1]رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا نہیں چاہتے ہو میں تم میں سے بدترین افراد کی نشاندھی کروں : لوگوں نے کہاہاں یارسول اللہ: آپ نے فرمایا وہ شخص تم میں سب سے براہے جو نمامی اور سخن

[1]۔اصول کافی

چغلی کرکے دوستوں میں جدائی ڈالتا ہے اور بے گناہ افراد کے لئے عیب تراشتا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں ان النبي سئل عن الشهادة فقال تري الشمس علي مثلها فاشهد او دع۔[1]

کیا ہم سب پر مسلمان ہونے کے ناطے یہ واجب نہیں ہے کہ ہم امت اسلامی میں کینے اور حسد کی بیخ کنی کی کوشش کریں؟ کیا ہم نے اپنا یہ فریضہ انجام دیا ہے تاکہ ان حقوق کے حامل بن جائیں جن کا ذکر **قرآن** اہل بہشت کے بارے میں میں کر رہا ہے "ونزعنامافي صدورهم من غل اخوانا علي سررمتقابلين " اور ہم نے ان کے سینوں سے ہر طرح کی کدورت نکال لی ہے اور وہ بھائیوں کی طرح آمنے سامنے تخت پر بیٹھے ہونگے ۔[2]

تعاون

اسلامی معاشرہ وجود میں لانے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت رہی ہے کہ آپ باہمی تعاون پر بے حد تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اسلام کی نگاہ میں اسلامی معاشرے کے افراد ایک پیکر کے اعضاء ہیں۔[3] جو ایک دوسرے کی خوشی اور غم میں برابر کے شریک رہتے ہیں۔ انہیں آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرکے آپسی مشکلات اور مسائل کو حل کرنا چاہئے البتہ یہ تعاون نیکی اور تقوے کی اساس پر ہونی چاہئے نہ کہ گناہ و ظلم کی بنیاد پر، مسلمانوں کے درمیان تعاون اسلامی معاشرے کی مصلحت اور خدا کی مرضی کی بنیاد پر ہونا چاہئے۔

خداوند عالم نے ایک طرف عام انسانوں کو نیکی اور تقوے کی اساس پر تعاون کرنے اور گناہ و ظلم میں تعاون نہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ سورہ مائدہ میں ارشاد ہوتا ہے " تعاونوا علي البر والتقوي "[4] (اے ایمان والو) نیکی اور تقوے پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و تعدی پر آپس میں تعاون نہ کرنا۔ اور اللہ سے ڈرتے رہنا کہ اس کا عذاب بہت سخت ہے۔

دوسری طرف خدا نے محروموں اور وطن سے نکالے گئے لوگوں کے حقوق کی بازیابی میں بعض مسلمانوں کی غفلت و کاہلی کی مذمت کرتے ہوئے انہیں معتوب قرار دیا ہے۔

1۔ شیخ صدوق، ج ۴، ص ۳۷۵

2۔ سورہ حجر، ۱۷

3 اصول کافی ج ۲ ص ۱۶۵

4 سورۃ مائدہ ۲

ارشاد ہوتا ہے "مالكم لاتقاتلون في سبيل الله والمستغضعفين من الرجال والنساء والولدان الذين يقولون رنااخرجنا من هذه القرية الظالم اهلهاواجعل لنامن لدنك وليا واجعل لنامن لدنك نصيرا" [1] اور آخر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں اور ان کمزور مردوں عورتوں اور بچوں کے لئے جہاد نہیں کرتے جنہیں کمزور بنا کر رکھا گیا ہے اور جو برابر دعا کرتے ہیں کہ خدایا ہمیں اس قریے سے نجات دیدے جس کے باشندے ظالم ہیں اور ہمارے لئے کوئی سرپرست اور اپنی طرف سے مددگار قرار دیدے۔

اگر کوئی سلام کرے تو اس کا خندہ پیشانی اور اچھی طرح سے جواب دینے یہاں تک کہ اگر حالت نماز میں بھی ہو تو سلام کا جواب دینے کو واجب قرار دیا ہے [2]۔

اسلام نے اسی طرح مذہبی اجتماعات جیسے نماز جماعت، نماز جمعہ اور دیگر اجتماعات میں شرکت کرنے پر تاکید کی ہے اسی طرح اپنے رشتہ داروں اور ہمسایوں کے ساتھ نیکی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے خواہ ان کا دین اور قومیت کچھ بھی ہو (نساء ۳۶)۔

اسلامی تعلیمات کے کچھ نمونے تھے جن پر عمل کرنے سے اسلامی معاشرے میں تعاون خود بخود وجود میں آجاتا ہے یہاں پر ہم ہمسائے کے حق میں سنت نبوی علی صاحبها آلاف التحیہ والثنا کی ایک مثال دے رہے ہیں۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا جانتے ہو ہمسائے کا حق کیا ہے؟ لوگوں نے کہا جی نہیں، آپ نے فرمایا ہمسائے کا حق یہ ہے کہ اگر وہ تم سے مدد مانگے تو اسکی مدد کرو، اگر قرض چاہئے تو اسے قرضہ دو، اگر وہ مالی بدحالی کا شکار ہو جائے تو اس کی مالی مدد کرو اگر کسی مصیبت سے دچار ہو جائے (کوئی مر جائے) تو اسکو تعزیت پیش کرو، اگر مریض ہو جائے تو اسکی عیادت کرو اور اگر مر جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، اپنے گھر کی عمارت کو اس کے گھر کے سامنے اس طرح اونچا تعمیر نہ کرنا کہ اسکی طرف ہوا کا بہاو رک جائے مگر یہ کہ وہ اجازت دیدے، اگر تم پھل خرید و تو اس کے لئے کچھ تحفے کے طور پر لے جاؤ اور اگر تم میں استطاعت نہیں ہے تو چھپا کر گھر لے جاؤ اور خیال رکھو کہ تمہارا بچہ میوہ لیکر باہر نہ

[1] سورۃ نسا آیت ۷۵
[2] اصول کافی، ج ۳ ص ۳۶۶)

جائے تاکہ ہمسایہ کا بچہ حسرت بھری نگاہوں سے اسے دیکھے۔ اپنے ہمسائے کو اپنے پکوان کی خوشبو سے پریشان نہ کرو مگر یہ کہ اس کے لئے بھی کچھ بھیج دو۔[1]

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تحفہ لایا گیا آپ کے پاس کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے آپ نے ان لوگوں سے فرمایا آپ لوگ بھی اس تحفے میں میرے ساتھ شریک ہیں۔[2]

احسان وخیرات اور غربت سے مقابلے کے ذریعے اقتصادی فروغ

رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت طیبہ سے پتہ چلتا ہے آپ نے معاشرے کے عام انسان کی معیشتی خوش حالی، ناداروں، مسکینوں اور یتیموں کی سرپرستی معاشرے، میں ذخائر، دولت اور مواقع کی منصفانہ تقسیم بندی، انفاق کے ذریعے ضرورت مندوں کی ضرورتوں کو پورا کرنے، قرضے دینے، اور قرض ادا کرنے کے لئے کافی مہلت دینے نیز احسان و نیکوکاری پر تاکید کی ہے۔

اسلامی امت اور اسلامی معاشرے میں اس بات کی ضرورت ہے کہ عام آدمی کی معیشتی زندگی کو بہتر بنایا جائے، طویل مدت منصوبہ بندی کے ذریعے غربت سے مقابلہ کیا جائے، کمزور طبقے، مسکینوں اور ناداروں اور یتیموں کی دستگیری کی جائے، معاشرے میں ایسے قوانین نافذ کئے جائیں جن سے ذخائر، دولت اور مواقع کی منصفانہ تقسیم ہوتی ہو۔ صدقہ رحم کھا کر یا پھر احسان جتانے اور بے جا فخر کرنے کے لئے نہیں بلکہ فقیروں اور وناداروں کو اپنے مال میں شریک سمجھ کر اور انہیں مستحق جان کر دیا جائے۔ ان تمام امور پر <u>**قرآن**</u> کریم نے تاکید کی ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی معاشرے کی بنیادیں مستحکم کرنے کے لئے ان پر عمل کیا ہے اور لوگوں کو عمل کی ترغیب دلائی ہے۔ (حجرات ۱۳، بقرہ ۲۶۷، منافقون ۱۰، حدید ۱۱، بقرہ ۲۸۰، بقرہ ۱۹۵، بقرہ ۲۶۴، بقرہ ۲۶۲، معارج ۲۵، ۲۴)۔

[1] شہید ثانی ص ۱۱۴

[2] شہید ثانی ص ۱۱۴

اجتماعی نگرانی یا امر بالمعروف و نہی از منکر

خذ العفو و امر بالعرف و اعرض عن الجاهلين [1] اجتماعی نگرانی اور مسلمانوں کا ایک دوسرے کو حق و صبر کی تلقین کرنا امر بالمعروف اور نہی از منکر، نیز سماجی امور میں سستی اور غفلت سے پرہیز کرنا ایسے امور میں جن پر عمل کرنے کے اچھے اثرات اور ترک کرنے کے برے اثرات سارے معاشرے پر یکسان طور پر پڑتے ہیں۔ان امور پر عمل کرنا دینی معاشرے کی تشکیل کے لئے سنت نبوی کا ایک بنیادی اصول ہے آل عمران میں ارشاد ہوتا ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر۔تم بہترین امت ہو جسے لوگوں کے لئے منظر عام پر لایا گیا ہے تم لوگوں کو نیکیوں کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔بے شک مسلمان اس وقت برتر و ممتاز امت کہلائیں گے جب وہ ایک دوسرے کو نیکیوں کی دعوت دیں اور برائیوں سے روکیں اور اگر مسلمان ان دو فریضوں کو بھلادیں تو نہ بہترین امت کہلائیں گے اور نہ ہی انسانیت کے لئے مفید واقع ہونگے۔[2]

بنابریں غیرت الھی سے حاصل شدہ غیرت دینی کے سہارے اسلامی معاشرے کو اس سمت میں لے جایا جانا چاہئے جہاں ہر مسلمان منکر سے بیزار ہو، اور اسلامی ملکوں میں محرمات کی ترویج کے مقابل خاموشی اختیار نہ کرے اور احکام خداوندی کے سلسلے میں رواداری کا اظہار نہ کرے۔

اگر ہم غور کریں تو فی زمانہ، داخلی سطح پر امت اسلامی کا فریضہ ہے کہ وہ داخلی سطح پر اپنی اصلاح اور اتحاد کے لئے تعمیری گفتگو کی راہ ہموار کرنے اور بیرونی سطح پر دشمن کا ہر طرح سے مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترآئے، کیا آج امت اسلامی مشاہدہ نہیں کر رہی ہے کہ مغربی سامراج نے اسکے مکتب و مقدسات کو نشانہ بنایا ہوا ہے؟ بلکہ اسکی بعض سرزمینوں پر قبضہ بھی کرلیا ہے اور قبلہ اول کے غاصبوں کی بھرپور حمایت کر رہا ہے(وَ مَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزاؤُهُ جَهَنَّمُ خالِداً فيها وَ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهُ وَ أَعَدَّ لَهُ عَذاباً عَظيماً،[3] اور ۵ بقرہ ۲۱۷)

[1] سورۃ اعراف ۱۹۹

[2] تفسیر نمونہ ص ۹۷

[3] سورۃ نسا ایت ۹۳

اخلاقی، مالی، انتظامی، اور سیاسی بدعنوانیوں کا مقابلہ

خداوند عالم برائی کو ہرگز پسند نہیں کرتا اور اسلامی معاشرے کو فساد سے عاری دیکھنا چاہتا ہے اسی وجہ سے قرآن کی متعدد آیات میں انسانوں کو ہر طرح کی برائی سے روکا گیا ہے، مرحوم شیخ طبرسی آیہ مبارکہ ولاتفسدواوافي الارض [1] کے ذیل میں کہتے ہیں:

"زمین میں فساد برپا کرنے سے مراد لوگوں کو نقصان پہنچانا ہے اور بعض لوگوں نے اس سے مومنین کا قتل، گناہ اور ظلم بھی مراد لیا ہے [2]۔

مرحوم شیخ طوسی تبیان میں کہتے ہیں:

فساد کے معنی کسی بھی چیز کے اعتدال سے خارج ہونے کے ہیں [3]۔

فخر رازی کی نظر میں فساد کسی چیز کا حیز انتفاع سے خارج ہونا ہے، اسکی ضد اصلاح ہے وہ ابن عباس سے نقل کرتے ہیں کہ زمین میں فساد پھیلانے کے ایک معنی گناہوں کو آشکار کرنا اور کھلم کھلا گناہ کرنا ہے۔ [4]

بنابریں زمین میں فساد پھیلانے سے مراد حد اعتدال سے خارج ہوتا، حیز انتفاع سے نکل جانا، دوسروں کو نقصان پہنچانا، مختصر یہ کہ ہر وہ کام ہے جس سے خدا نے منع فرمایا ہے لہذا گناہ و معصیت علي الاطلاق، زمین میں فساد اور افساد سے عبارت ہے۔ خداوند عالم نے زمین میں فساد کي روک تھام کے لئے قتل نفس، فتنہ انگیزي، چوري، ربا (سود) خواري قطع رحم، زراعت و نسل کي نابودي نیز معاشرے میں ہر طرح کي برائي سے مقابلے کا حکم دیا ہے۔ یہی نہیں بلکہ اجتماعی سطح پر اچھائیوں کو پھیلانا واجب قرار دیا ہے۔ سیرت طیبہ رسول اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم میں فردي اور اجتماعی زندگی کے تمام امور میں ایسی تعلیمات ملتي ہیں جو دینی اور قرآني معاشرے میں امر بمعروف و نہی از منکر کو بامعني بنادیتی ہیں۔ بیت المال کي نسبت ذمہ داري اور اس کا صحیح جگہ پر خرچ کیا جانا کافروں اور برے لوگوں کا بائیکاٹ اور ان کے ساتھ دوستی سے منع کرنا، ظالموں کا بائیکاٹ اور ان کے ساتھ تعاون کي حرمت کفار سے ہدیہ قبول نہ کرنا، قتل عام کي مخالفت، قریبی لوگوں دوستوں اور قرابت

---

[1] سورۃ اوراف ۵۶،

[2] مجمع البیان ج ۴، ص ۵۶

[3] تبیان ج ا، ص ۵۷

[4] تفسیر فخر رازی

داروں كي جانب سے خصوصي مطالبات اور حق سے بڑھ کر خواہشات کے مقابل مزاحمت اور ان کا مسترد کرنا، جیسے کہ رسول اللہ صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بعض اصاب نے مسجد كي طرف اپنے گھروں كي دروازے کھلے رکھنے كي درخواست كي تھی۔[1]

تنظیم امور و نظم ونسق

رسول اکرم صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے مختلف امور کو نظر انداز نہیں کیا جاتا تھا اور نہ ہی ان سے غفلت برتي جاتي تھی۔ آنحضرت صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم مشیت وارادہ الھي، تو کل اور رحمت خداوندي کے نام پر عوام كي مشکلات حل کرنے كي ذمہ داري سے گریز نہیں فرماتے تھے بلکہ چارہ جوئی، عملی منصوبوں اور صحیح انتظامات کے ذریعے لوگوں کے مسائل حل کرنے كي سعي بلیغ فرمایا کرتے تھے۔

مسلمانوں كي تعداد بڑھنے کے بعد مسجد نبوي كي توسیع و مرمت، اور خواتین کے لئے مسجد کا ایک دروازہ مخصوص کرنے کے لئے آپکا حکم، تاکہ عورتوں اور مرد الگ الگ دروازوں سے آجا سکیں، اسي طرح عورتوں اور مردوں کا خود کو ایک دوسرے سے مشابہ بنانے کو حرام قرار دینا آنحضرت صلي اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عملی اقدامات کے واضح نمونے ہیں۔

اسي طرح مسائل کے حل کے لئے فیصلہ کرنے سے قبل باہمی مشاورت، فیصلہ کرنے وقت دور اندیشی، ایک دوسرے کے ساتھ رواداري سے پیش آنے پر تاکید، اور "اسي طرح لوگوں سے پیش آؤ جس طرح تم چاہتے ہو کہ تمہارے ساتھ پیش آیا جائے" کے الھي اور انساني اصول کے تحت لوگوں کے ساتھ حسن معاشرت پر تاکید، دشمن کے مقابل طاقت کا مظاہرہ، اور دشمن كي دھمکیوں اور تشدد سے مرغوب نہ ہونے كي تلقین، یہ سارے امور بھی آپ كي الھي تعلیمات کا نمونہ ہیں کہ امت اسلامی سے ہمدردي رکھنے والوں کو ان پر عمل پیرا ہو کر امت اسلامی کے مسائل حل کرنے كي کوشش کرني چاہئے۔ تاکہ مسلمان اپنی عزت رفتہ کو دوبارہ حاصل کر سکیں انشاء اللہ۔

[1] ار بلیج ا، ص ۳۲۰

بائبل کا طرز زندگی

خدا کا تصور

- **یہودیت**

یہودی خدا کا اقرار تو کرتے ہیں مگر حضرت عزیزؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں جو کہ شرک ہے۔

- **عیسائیت**

عیسائیت تسلیث کے قائل ہوتے ہیں یہ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰ اور جبرائیلؑ کو یعنی ان تینوں کو خدا مانتے ہیں۔

عدل وانصاف

تو جھوٹی بات نہ پھیلانا، اور نہ راست گو ہونے کے لیے شریروں کا ساتھ نہ دینا(۱)۔ برائی کرنے کے لیے کسی بھیڑ کی پیروی نہ کرنا، اور نہ کسی مقدمہ میں انصاف کا خون کرانے کے لیے بھیڑ کا منہ دیکھ کر کچھ کہنا(۲) اور نہ مقدمہ میں کنگال کی طرف داری کرنا(۳)۔

اگر تیرے دشمن کا بیل یا گدھا، تجھے بھٹکتا ہوا ملے تو تو ضرور اسے اس کے پاس پھیر کر لے آنا (۴)۔ اگر تو اپنے دشمن کے گدھے کو بوجھ کے نیچے دبا ہوا دیکھے اور اس کی مدد کرنے جو جی نہ بھی چاہتا ہو تو تو اس کی ضرور مدد کرنا۔(۵)

تو اپنے کنگال لوگوں کے مقدمہ میں انصاف کا خون نہ کرنا،(۶) ۔ جھوٹے معاملہ سے دور رہنا بے گناہ اور صادقوں کو قتل نہ کرنا کیونکہ میں شریر کو راست نہیں ٹھہراؤں گا (۷)۔ تو رشوت نہ لینا، کیونکہ رشوت بیناؤں کو اندھا کر دیتی ہے اور صادقوں کی باتوں کو پلٹ دیتی ھے(۸)۔ اور پردیسی پر ظلم نہ کرنا کیونکہ تم پردیسی کے دل کو جانتے ہوئے کیونکہ تم خود بھی ملک مصر میں پردیسی تھے (۹)۔[1]

[1] بائبل، پرانا عہد نامہ، کتاب خروج، باب ۲۳، ایت ۹،۱

اخلاقی اور مذہبی قوانین

اگر کوئی آدمی کسی کنواری کو جس کی نسبت نہ ہوئی ہو پھسلا کر اس سے مباشرت کرے تو وہ ضرور ہی اسے مہر دے کر اس سے بیاہ کرے(۱۶)۔ لیکن اگر اس کا باپ ہر گز راضی نہ ہو کہ اس لڑکی کو اس کو دیے دے تو وہ کنواریوں کے مہر کے موافق اسے نقدی دے(۱۷)۔

تو جادو گرنی کو جینے نہ دینا،(۱۸)۔

جو کوئی کسی جانور سے مباشرت کرے وہ قطعی جان سے مارا جائے(۱۹)۔

جو کوئی واحد خداوند کو چھوڑ کر کسی اور معبود کے آگے قربانی چھڑائے وہ بلکل نابود کر دیا جائے(۲۰)۔

اور تم مسافروں کو نہ ستانا نہ ان پر ستم کرنا کیونکہ تم خود بھی ملک مصر میں مسافر تھے(۲۱)۔ اگر توان کو کسی طرح سے دکھ دے اور وہ مجھ سے فریاد کریں تو میں ضرور ان کی فریاد سنوں گا(۲۳)۔ اور میرا قہر بڑھکے گا اور میں تم کو تلوار سے مار ڈالوں گا اور تمہاری بیویاں بیوہ اور بچے یتیم ہو جائیں گے(۲۴)۔

اگر تو میرے لوگوں میں سے کسی محتاج کو تو تیرے پاس رہتا ہو کچھ کر دے تو اس سے قرض خواہ کی طرح سلوک نہ کرنا، اور نہ ہی اسے سود لینا،(۲۵)۔ اگر تو کسی وقت اپنے ہمسایے کے کپڑے گرو رکھ بھی لے تو سورج کے ڈوبنے تک اسے واپس کر دے کیونکہ کہ فقط وہی اس کا اوڑھنا ہے(۲۶)۔[1]

غلاموں کے ساتھ سلوک

اگر تو کوئی عبرانی غلام خریدے اور وہ چھ برس خدمت کرے اور ساتویں برس وہ مفت آزاد ہو کر چلا جائے گا(۲)۔ اگر وہ اکیلا آیا ہو تو اکیلا ہی جائے گا اور وہ بیوی بھی لایا ہو تو وہ بھی اس کے ساتھ جائے گی(۳)۔ اگر اس کے آقا نے اس کا بیاہ کروایا ہو اور اس عورت کے اس سے بیٹے یا بیٹیاں ہوئی ہوں تو وہ عورت اور اس کے بچے اس آقا کے ہو کر رہیں اور وہ اکیلا جائے(۴)۔ اور وہ غلام صاف کہہ دے کہ میں اپنے آقا سے اور اپنی بیوی بچوں سے محبت رکھتا ہوں میں آزاد ہو کر نہیں جاؤں گا (۵)۔ تو اس کا

[1] بائبل، پرانا عہد نامہ، کتاب خروج، باب ۲۲، ایت ۱۶،۲۷

آقا اسے خدا کے پاس لے جائے اور اسے دروازہ پر یا دروازہ کی چوکٹ پر لا کر ستاری سے اس کا کان جیدے تب وہ اس کی ہمیشہ خدمت کرتا رہے (٦)۔[1]

قیامت

جب ابن آدم اپنے جلال میں آئے گا اور سب فرشتے اس کے ساتھ آئیں تب وہ اپنے جلال کے تخت پر بیٹھے گا (۳۱)۔ سب قومیں اس کے سامنے جمع کی جائیں گے۔ اور وہ ایک کو دوسرے سے جدا کرے گا جیسے چرواہا بھیڑوں کو بکریوں سے جدا کرتا ہے (۳۲)۔ اور بھیڑوں کو اپنے دہنے اور اپنے بکریوں کو اپنے بائیں کھڑا کرے گا (۳۳)۔ اس وقت بادشاہ اپنی داہنی طرف والوں سے کہے گا آؤ میرے باپ کے مبارک لوگو! جو بادشاہی بنای عالم سے تمہارا لیے تیار کی گئی ہے۔ اسے میراث میں لو (۳۴)۔ کیونکہ میں بھوکا تھا تم نے مجھے کھانا کھلایا میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی پلایا اور میں بے گھر تھا تم نے مجھے اپنے گھر میں اتارا (۳۵)۔ میں ننگا تھا تم نے مجھے کپڑے دیے میں بیمار تھا تم نے میری خبر لی، قید میں تھا تم میرے پاس تھا (۳۶)۔ تب راست باز جواب دیں گے۔ آے خداوند! ہم نے کب تمہیں بھوکا دیکھ کر کھانا کھلایا، پیاسا دیکھ کر پانی پلایا (۳۷)۔ بے گھر دیکھ کر گھر میں اتارا، ننگا دیکھ کر کپڑا پہنایا (۳۸)۔ ہم کب تجھے بیمار اور قید میں دیکھ کر تیرے پاس آئے (۳۹)۔

بادشاہ جواب میں ان سے کہے گا کہ جب تم میرے ان چھوٹے بھائیوں کے ساتھ یہ سلوک کرتے تو یہ میرے ساتھ کرتے تھے (۴۰)۔ پھر وہ بائیں طرف والوں سے کہے گا۔ اے ملعونو! میرے سامنے سے اس آگ میں چلے جاؤ۔ جو ابلیس اور اس کے فرشتوں کے لیے تیار کی گئی ہے (۴۱)۔

کیونکہ جب میں پیاسا تھا تم نے مجھے پانی نہیں پلایا، بھوکا تھا، کھانا نہیں کھلایا، ننگا تھا کپڑے نہیں دیے بیمار تھا میرے پاس نہیں آئے وغیرہ وغیرہ (۴۲)۔[2]

1 بائبل، پرانا عھد نام، کتاب خروج، باب ۲۱، ایت ٦، ۲
2 بائبل، نیا عھد نام، کتاب متی، باب ۲۵، ایت ۴۱، ۳۱

آپس میں محبت

جو پیغام تونے شروع سے سنا ہے وہ یہ ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں (۱۱)۔اور قائن کی مانند نہ نیں جو اس شریر سے تھا جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا اس نے کس واسطے اس کو قتل کیا اس واسطے کہ اس کے کام برے تھے اور اس کے بھائی کے کام راستی کے تھے (۱۲)۔

اے بھائیو! اگر دنیا تم سے عداوت رکھتی ہے تو تعجب نہ کرو (۱۳)۔ ہم جانتے ہیں کہ موت سے نکل کر زندگی میں داخل ہو گئے کیونکہ ہم بھائیوں سے محبت رکھتے ہیں جو محبت نہیں رکھتا وہ موت کی حالت میں رہتا ہے (۱۴)۔ جو کوئی اپنے بھائی سے عدوات رکھتا ہے وہ خونی ہے اور تم جانتے ہو کہ کسی خونی میں ہمیشہ کی کی زندگی موجود نہیں رہتی (۱۵)۔ ہم نے محبت کو اس سے جانا ہے کہ اس نے ہمارے واسطے اپنی جان دے دی۔ اور ہم بر بھی بھائیوں کے واسطے جان دینا فرض ہے (۱٦) ۔جس کسی کے پاس دنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو محتاج دیکھ کر رحم کرنے میں دریگ کرئے تو اس میں خدا کی محبت کیونکر قائم رہ سکتی ہے (۱۷) ۔اے بچو! ہم کلام اور زبان ہی سے نہیں بلکہ کام اور سچائی ہی کے زریعہ سے محبت کریں (۱۸)۔[1]

پاکیزہ زندگی

اس واسطے اپنی عقل کی کمر باندھ کر اور ہوشیار ہو کر اس فضل کی کامل امید رکھو جو یسوع مسیح کے ظہور تم پر ہونے واالا ہے (۱۳) ۔اور فرمانبردار فرزند ہو کر اپنی جہالت کی پرانی خواہشوں کے تابع نہ بنو (۱۴)۔ بلکہ جس طرح تمہارا ابلانے والا پاک ہے اسی طرح تم بھی پاک بنو (۱۵)۔اور جب کہ تم اسے باپ کہہ کر دعا کرتے ہو تو اپنی مسافرت کا زمانہ خوف کے ساتھ گزارو (۱۷)۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ تمہارا نکما چال چل جو باپ دادا سے چلتا آرہا تھا اس سے تمہارا خلاصی فانی چیزوں یعنی سونا، چاندی کے ذریعہ سے نہیں ہوئی (۱۸)۔ بلکہ ایک بے عیب اور بے داغ برّے یعنی مسیح کے بیش قیمت خون سے (۱۹)۔اس کا علم تو بنای عالم سے بیشتر سے تھا۔ مگر ظہور آخیر زمانہ میں تمہارے خاطر ہوا (۲۰)۔

[1] بائبل، نیا عھد نام، خط یوحنا، باب ۳، ایت ۱۸،۱۱

کہ اس کے وسیلہ سے خدا پر ایمان لائے ہو جس نے اس کو مردوں میں سے جلایا اور جلال بخشا تا کہ تمہارا ایمان اور امید خدا پر ہو (۲۱)۔[1]

صبر و دعا

بس اے بھائیو! خداوند قیامت تک صبر کرو۔ دیکھو کسان زمین کی قیمتی پیداوار کے انتظار میں پہلے اور پچھلے مینہ کے برسنے تک صبر کرتا رہتا ہے (۷)۔ تم بھی صبر کرو اپنے دلوں کو مضبوط رکھو کیونکہ خداوند کی آمد قریب ہے (۸)۔ بھائیو! ایک دوسرے کی شکایت نہ کرو، تا کہ تم سزا نہ پاؤ۔ دیکھو منصف دروازہ پر کھڑا ہے (۹)۔ اے بھائیو! جن نبیوں نے خداوند کے نام سے کلام کیا ان کو دکھ اٹھانے اور صبر کرنے کا نمونہ سمجھو (۱۰)۔ دیکھو صبر کرنے والوں کو ہم مبارک کہتے ہیں تم نے ایوب کے صبر کا حال تو سنا ہی ہے اور خداوند کی طرف سے جو اس کا انجام ہوا اسے بھی معلوم کر لیا۔ جس سے خداوند کا بہت ترس اور رحم ظاہر ہوتا ہے (۱۱)۔[2]

نتیجہ

دیکھا جائے کہ چند مطالب میں فرق کے علاوہ باقی مشترکات ہیں کیونکہ پہلی شریعتوں میں اور ہماری شریعت میں بہت سے مشترک نکات ہیں بہر حال تقابل کا مقصد کسی کو غلط ثابت کرنا نہیں مہم صرف دوسری آسمانی کتب سے روشناس کرنا ہے۔ تا کہ ہم موازنہ کر سکیں کہ اس کتاب یعنی قرآن مجید کو اللہ نے تا قیامت معجزہ قرار دیا ہے اس کا دوسری آسمانی کتب میں فرق کیا ہے؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے کیوں معجزہ قرار نہیں دیا۔ کیا کیا تحریفات ہوئیں ؟۔

[1] بائبل، نیا عھد نام، خط پطرس، باب ا، ایت ۲۱، ۱۳

[2] بائبل، نیا عھد نام، خط یعقوب، باب ۵، ایت ۱۱، ۷